www.KitaboSunnat.com

فاروق رفیع[1]

عشرہ ذوالحجہ کے فضائل و مسائل

ذوالحجہ کا مہینہ اسلامی تاریخ میں ممتاز اہمیت کا حامل ہے اور بعض خصائص کی وجہ سے اس کی اہمیت دیگر مہینوں سے زیادہ ہے، ملاحظہ فرمائیے:

۱. حرمت کا مہینہ

ذوالحجہ حرمت والا مہینہ ہے۔ اس اعتبار سے اس کا احترام کرنا، باہمی جنگ و جدل سے گریز کرنا، حتیٰ کہ اگر دشمن حملہ آور نہ ہو تو ان سے بھی جنگ میں پہل کرنا حرمت والے مہینوں میں جائز نہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ﴾[2]

''بے شک اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔''

یہ آیت دلیل ہے کہ چار مہینے حرمت والے ہیں۔ ان مہینوں کی وضاحت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ سیدنا ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السمٰوات والأرض، السنة اثنا عشر شهرًا منها أربعة حرم: ثلاث متواليات ذو القعدة و ذوالحجة، والمحرم، و رجبُ مضر الذى بين جمادٰى و شعبان»[3]

''زمانہ گھوم کر (مہینوں کی ترتیب کی) اس ہیئت میں آگیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار مہینے حرمت

---

۱ ریسرچ سکالر مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

۲ التوبۃ:۹/۳۶ ۳ صحیح بخاری:۳۶۶۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے ہیں۔ تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم لگاتار ہیں اور چوتھا مہینہ رجب جو جمادی (الآخرۃ) اور شعبان کے درمیان ہے۔"

۲. حج کا مہینہ

ماہ ذوالحجہ کو اس اعتبار سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ یہ حج کا مہینہ ہے اور مسلمانوں کا مقدس فریضہ حج اس ماہ ادا کیا جاتا ہے اور دنیا بھر کے مسلمان حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ کا رخ کرتے ہیں۔

۳. ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن

ذوالحجہ کے ابتدائی دس ایام خاص اہمیت کے حامل ہیں اور ان دنوں میں فرائض و نوافل اور نیک اعمال کا اجروثواب باقی ایام میں کی جانے والی عبادات سے افضل و برتر ہے۔ دلائل حسبِ ذیل ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢﴾[1]

"فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم"

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں جن کی مزید فضیلت اس حدیث میں ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ما العمل في أيام العشر أفضل منها في هذه» قالوا: ولا الجهاد في سبيل الله؟ قال: «ولا الجهاد إلا رجل خرج يخاطر بنفسه وماله فلم يرجع بشيء»[2]

" ذوالحجہ کے دس دنوں سے افضل کوئی عمل نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص جو اس حال میں نکلا کہ اس نے اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈالا پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا۔"

① معلوم ہوا کہ عشرہ ذوالحجہ میں کیے گئے اعمال کا ثواب دیگر دنوں کے اعمال سے زیادہ ہے۔ لہٰذا ان ایام میں عبادات، نوافل، نفلی روزوں، اذکار کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

۱ الفجر:۱۹/۱-۲

۲ صحیح بخاری:۹۶۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ البتہ ایسا مجاہد جو مال وجان لے کر غلبہ اسلام کے لیے دشمنانِ دین کے خلاف بر سرپیکار ہے اور راہِ جہاد میں تن من دھن قربان کردے، اس کا یہ عمل عشرہ ذوالحجہ میں کئے گئے عمل کے برابر یا اس سے افضل ہے۔

عشرہ ذوالحجہ کے فضائل کے متعلق ضعیف روایات

عشرہ ذوالحجہ کے متعلق کتاب وسنت سے صحیح دلائل پیچھے بیان ہوچکے ہیں۔ البتہ ان اَیام کے فضائل میں کچھ ضعیف وموضوع روایات بھی ہیں جنہیں بیان کرنے اور ضبطِ تحریر میں لانے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ ضعیف موضوع روایت سے نہ تو کوئی فضیلت ومنقبت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی شرعی مسئلہ کشید ہوتا ہے، بلکہ نبی ﷺ کی طرف جھوٹی روایت منسوب کرنے کی وجہ سے واعظ ومبلغ گناہ گار اور شدید وعید کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ ذیل میں عشرہ ذوالحجہ کے فضائل کے متعلق کچھ ضعیف وموضوع روایت پیش خدمت ہیں:

① سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من صام العشر فله بكل يوم صوم شهر، وله بكل يوم التروية سنة وله بصوم يوم عرفة سنتان»[1]

''جس نے عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھے، اس کے لیے ہر دن کے عوض ایک مہینے کے روزوں، یوم ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) کے بدلے ایک سال کے روزوں اور یوم عرفہ کے بدلے دو سال کے روزوں کا ثواب ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ ابن جوزی نے اسے 'الموضوعات' میں بیان کیا ہے۔[2]

② ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ما من أيام أحب إلىٰ الله أن يتعبد له فيها من عشر ذى الحجة يعدل

1 کتاب الموضوعات لابن الجوزی: ۲/۱۱۳

2 حافظ ابن جوزی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن سائب کلبی کذاب راوی ہے۔ (کتاب الموضوعات: ۲/۵۶۶) امام بخاری کہتے ہیں: ''کلبی کو یحییٰ بن معین اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے متروک قرار دیا ہے۔'' اس کے بعد امام بخاری علی عن یحییٰ عن سفیان کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ سفیان نے بیان کیا کہ مجھے کلبی نے کہا: كل ما حدثتك عن أبي صالح فهو كذب....
''میں تجھے ابوصالح سے جو بھی حدیث بیان کروں وہ جھوٹ ہے۔'' (میزان الاعتدال: ۳/۵۵۷)
اور سند مذکور میں کلبی ابوصالح سے روایت کررہے ہیں جو اُن کی اپنی زبانی کذب وافتراء ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صیام کل یوم منها بصیام سنة وقیام کل لیلة منها بقیام لیلة القدر»[1]

''عشرہ ذو الحجہ سے بڑھ کر کوئی ایسے ایام نہیں جن میں عبادت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہو۔ ان میں ہر دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر اور ان میں سے ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔''

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مسعود بن واصل اور نہاس بن قہم ضعیف راوی ہیں۔

③ عن عائشة أن شابا كان صاحب سماع وكان إذا أهلّ هلال ذی الحجة أصبح صائمًا، فأرسل رسول الله ﷺ فقال: «ما يحملك علىٰ صيام هذه الأيام؟» قال: بأبي وأمي يا رسول الله! إنها أيام المشاعر و أيام الحج عسى الله أن يشركني في دعائهم. فقال: «لك بكل يوم تصومه عدل مائة رقبة تعتقها، ومائة بدنة تهديها إلىٰ بيته الله، ومائة فرس تحمل عليها في سبيل الله، فإذا كان يوم التروية فذلك عدل ألف رقبة، وألف بدنة وألف فرس تحمل عليها في سبيل الله، فإذا كان يوم عرفة فذلك عدل ألفي رقبة وألفي بدنة، وألفی فرس تحمل عليها في سبيل الله، وصيام سنتين سنة قبلها وسنتين بعدها»[2]

''سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان موسیقی کا رسیا تھا لیکن جب ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوتا تو وہ روزہ رکھنا شروع کر دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلوایا اور پوچھا: ان دنوں کے روزوں پر تجھے کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ مناسکِ حج کے دن ہیں۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے ان (حجاج) کی دعا میں شامل کر لے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے ہر دن کے بدلے جو تو روزہ رکھتا ہے۔ سو گردن آزاد کرنے، سو اونٹ قربانی جو تو بیت اللہ کی طرف قربانی کے لیے بھیجے اور سو گھوڑے جو تو

1 جامع ترمذی:۷۵۸؛ سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۸، شعب الایمان للبیہقی:۳۷۵۷، مسند ابی عوانہ ۳۰۲۱؛ السلسلة الضعیفة: ۵۱۴۲رم

2 الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۲۱۵۳/۶، کتاب الموضوعات لابن الجوزی:۱۱۳۶، میزان الاعتدال: ۲۶۹/۳) یہ حدیث موضوع ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہِ جہاد میں سواری کے لیے پیش کرنے کے برابر ثواب ہے اور جب ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کا دن ہو (اس دن کے روزے کا ثواب) ایک ہزار گردن، ایک ہزار قربانی کے اونٹ اور ایک ہزار گھوڑے جو تو راہِ جہاد میں سواری کے لیے وقف کرے، کے برابر ثواب ہے اور عرفہ (نو ذوالحجہ) کا دن یہ (اس دن کے روزے کا اجر) دو ہزار گردن آزاد کرنے، دو ہزار اونٹ قربان کرنے اور دو ہزار گھوڑے جو جہاد کے لیے وقف ہیں، کے برابر اور دو سال کے گزشتہ روزوں اور دو سال کے آئندہ روزوں کے برابر اجر و ثواب ہو گا۔"

امام ذہبی کہتے ہیں: "یہ حدیث موضوع کی قبیل سے ہے اور اس کا راوی محمد بن عمر المحرمی بہت ہی جھوٹا شخص ہے۔"[1] محمد بن عمر المحرمی متروک و کذاب راوی ہے۔
ابو حاتم کہتے ہیں: "یہ بہت ہی کمزور راوی ہے اور ابن معین کہتے ہیں، یہ حدیث میں کچھ حیثیت کا مالک نہیں۔"[2]

عشرہ ذوالحجہ افضل ہے یا رمضان المبارک کا آخری عشرہ؟

ان دونوں عشروں کی افضیلت کے متعلق کتاب و سنت میں متعدد دلائل آتے ہیں۔
اب ان میں سے افضل عشرہ کون سا ہے تو اس بارے صحیح اور درست موقف یہ ہے کہ سال بھر کے دنوں سے عشرہ ذوالحجہ افضل ہے اور سال بھر کی راتوں میں سے رمضان کی آخری دس راتیں افضل ہیں۔ اس بارے میں امام ابن تیمیہ کا فتویٰ بڑا ممد و معاون ہے:

"سوال: عشرہ ذی الحجہ اور رمضان کے آخری عشرہ میں سے کون سا افضل ہے؟
جواب: ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن، رمضان کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں ذوالحجہ کی دس راتوں سے افضل ہیں۔

حافظ ابن قیم بیان کرتے ہیں: "جب فاضل اور سمجھدار شخص اس جواب پر غور و خوض کرے گا تو وہ اسے شافی و کافی پائے گا کیونکہ ذوالحجہ کے دس دنوں کے علاوہ ایام کے اعمال اللہ تعالیٰ کو دس ذوالحجہ کے اعمال سے زیادہ محبوب نہیں اور ان ایام میں یومِ عرفہ، یوم نحر اور یوم ترویہ بھی ہیں (جو خاص فضیلت کے حامل ہیں) اور رمضان کی آخری دس راتیں شب بیداری کی راتیں ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ

۱ کتاب الموضوعات: ۲/ ۵۶۰
۲ میزان الاعتدال: ۳/ ۶۶۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات بھر عبادت کیا کرتے تھے اور ان راتوں میں شبِ قدر بھی۔ چنانچہ جو شخص اس تفصیل کے بغیر جواب دے گا، اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ صحیح دلیل پیش کر سکے۔"[1]

عرفہ کے روزہ کی فضیلت

عرفہ کا روزہ انتہائی فضیلت کا حامل ہے کہ اس دن کے روزہ سے دو سالوں، ایک سال گزشتہ اور سالِ آئندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس دن کے روزہ کا اہتمام کرنا انتہائی مستحب عمل ہے۔ سیدنا قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«صيام يوم عرفة احتسب علىٰ الله أن يكفر السنة التي قبله والسنة التي بعده»[2]

"میں اللہ سے اُمید کرتا ہوں کہ عرفہ کے دن کا روزہ دو سال: ایک سال گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔"

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ اگر صغیرہ گناہ نہ ہوں تو کبائر میں تخفیف واقع ہوتی ہے اور اگر روزہ دار صغائر و کبائر سے پاک ہو تو اس مناسبت سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح میں امام الحرمین کا قول بیان کرتے ہیں:

"عرفہ کا روزہ صغیرہ گناہ مٹاتا ہے۔"

قاضی عیاض کہتے ہیں:

"اہل السنۃ والجماعۃ بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔ البتہ کبیرہ گناہ توبہ یا رحمتِ الٰہی ہی سے مٹتے ہیں۔ پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عرفہ کا روزہ اگلے سال کے گناہوں کا کفارہ کیسے بنتا ہے، حالانکہ اس سال کے گناہ تو آدمی پر ہوتے ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزہ دار کو آئندہ سال گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے رحمت اور ثواب سے اس قدر نوازے گا کہ یہ رحمت و ثواب گزشتہ و آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔"[3]

---

۱ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸۷/۲۵

۲ صحیح مسلم: ۱۱۶۲؛ سنن ابی داؤد: ۲۴۲۰؛ جامع ترمذی: ۷۴۹؛ سنن ابن ماجہ: ۱۷۱۳

۳ تحفۃ الاحوذی: ۳۷۷/۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذوالحجہ کے نو روزے رکھنا مسنون عمل ہے!

ذوالحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے روزے رکھنا نبی کریم ﷺ کی سنت اور مستحب عمل ہے، لہٰذا ان دنوں کے روزوں کا اہتمام مشروع ہے۔ بعض اُمّہات المؤمنین سے مروی ہے:

أن النبی ﷺ كان يصوم تسع ذي الحجة ويوم عاشوراء، وثلاثة أيام من كل شهر، أوّل اثنين من الشهر و الخميس[1]

''بلاشبہ نبی ﷺ ذوالحجہ کے (پہلے) نو دن کا، دس محرم کا، ہر مہینے تین دن اور مہینے کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔''

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ہنیدہ بن خالد صحابی اور ان کی زوجہ محترمہ صحابیہ ہیں، لہٰذا ان کا غیر معروف ہونا قادح نہیں۔

ایک تعارض اور اس کا حل: مذکورہ بالا حدیث دلیل ہے کہ ذوالحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے روزے رکھنا مسنون و مستحب عمل ہے۔ لیکن اس بیان کردہ حدیث کے معارض سیدہ عائشہؓ کی یہ حدیث ہے:

ما رأيت رسول الله ﷺ صائمًا في العشر قط[2]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالحجہ کے دس دنوں میں کبھی بھی روزہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔''

اس تعارض کا حل امام نووی یوں پیش کرتے ہیں:

''علماء بیان کرتے ہیں کہ حدیثِ عائشہؓ سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ عشرہ ذوالحجہ کے روزے مکروہ ہیں، یہاں عشرہ ذوالحجہ سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی نو دن ہیں۔ یہ مفہوم کشید کرنے سے ان روزوں کی کراہت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ان دنوں کے روزے بہت ہی مستحب ہیں۔ بالخصوص نو ذی الحجہ یعنی عرفہ کا روزہ تو خاص استحباب کا حامل ہے۔ اس کی فضیلت کے متعلق احادیث گزر چکی ہیں اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عشرہ ذی الحجہ کے مقابلے میں باقی ایام کی عبادات افضل نہیں۔'' (یہ روایت دلیل ہے کہ دیگر عبادات کی طرح ان دنوں

---

1 سنن ابی داود: ۲۴۳۷
2 صحیح مسلم: ۱۱۷۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے روزے بھی افضل و مستحب ہیں)

حدیثِ عائشہؓ کہ رسول اللہ ﷺ نے عشرہ ذوالحجہ کے روزے نہیں رکھے، سے یہ مفہوم اخذ کیا جائے گا کہ (ہو سکتا ہے) کہ آپ ﷺ نے کسی عارضے مرض یا سفر وغیرہ کی وجہ سے ان دنوں کے روزے نہ رکھے ہوں یا عائشہؓ نے آپ ﷺ کو ان دنوں میں روزے سے نہ دیکھا ہو اور ان کی نفی سے حقیقت میں روزوں کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ ان روزوں کے اثبات پر ابوداؤد اور سنن نسائی کی یہ روایت بھی دالّ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے نو روزے رکھا کرتے تھے۔''[1]

کیا عرفہ کا روزہ مکہ مکرمہ کی تاریخ کے مطابق رکھا جائے؟

عرفہ کا روزہ سعودی تاریخ کے مطابق رکھا جائے یا ہر علاقے کے لوگ قمری تاریخ کے اعتبار سے نو ذوالحجہ کا روزہ رکھیں۔ موجودہ دور میں یہ ایک مصنوعی اشکال پیدا کر کے یوم عرفہ کی تعیین میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور یوم عرفہ کی آڑ میں اس مقدس روزہ کو ایک پیچیدہ مسئلہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

حالانکہ اس موقف کے قائل علماء رمضان کے روزوں، دیگر نفلی روزوں اور شبِ قدر کی تعیین میں تو قمری تقسیم کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یوم عرفہ سے دھوکا کھا کر اس کو سعودی تاریخ سے منتھی کرنے کی فضول کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس موقف کو تسلیم کرلیا جائے تو تمام اسلامی دنیا سعودی یوم عرفہ کے مطابق روزہ رکھ ہی نہیں سکتی، کیونکہ مشرقی ممالک میں سحری سعودی وقت سے دو یا تین گھنٹے قبل شروع ہوتی ہے اور افطاری بھی ان سے پہلے ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے تو مشرقی لوگ سعودی تاریخ کے مطابق روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور بعض مغربی ممالک میں قمری تاریخ سعودی تاریخ سے آگے ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں جب یوم عرفہ ہوتا ہے تو وہاں عید الاضحیٰ منائی جارہی ہوتی ہے تو اس غیر منصفانہ تقسیم سے تو مغربی ممالک کے مسلمان یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت سے محروم رہیں گے کیونکہ عید الاضحےٰ کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ اس اعتراض کا مزید تشفی بخش جواب آئندہ فتاویٰ میں ملاحظہ کریں:

1 شرح النووی: ۸/۷۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبد الستار حماد ﷾ کا فتویٰ

سوال: سیف الرحمن صدیقی سوال کرتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ نویں ذوالحجہ کو رکھنا چاہیے یا جس دن مکہ میں عرفہ کا دن ہوتا ہے؟ خواہ ہمارے ہاں ذوالحجہ کی سات یا آٹھ تاریخ ہو۔

جواب: "رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

"یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"[1]

رسول اللہ ﷺ رسولِ رحمت ہیں اور آسان دین لے کر آئے ہیں۔ اس رحمت اور آسانی کا تقاضا یہ ہے کہ عرفہ کا روزہ نویں ذوالحجہ کو رکھا جائے۔ سعودیہ میں یوم عرفہ کے ساتھ اس کا مطابق ہونا ضروری نہیں، اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

① میں نے علامہ البانی کی تصانیف میں خود اس روایت کو دیکھا ہے، لیکن اب اس کا حوالہ مستحضر نہیں، اس روایت میں یوم عرفہ کے الیوم التاسع کے الفاظ ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھا جائے۔

② تیسیر اور رحمت کا تقاضا اس طرح ہے کہ اس اُمت کو عبادت کی بجا آوری میں اپنے احوال و ظروف سے وابستہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ آج ہم سائنسی دور سے گزر رہے ہیں، لیکن آج سے چند سال قبل معلومات کے یہ ذرائع میسر نہ تھے، جن سے سعودیہ میں یوم عرفہ کا پتا لگایا جاسکتا، اب بھی دیہاتوں اور دور دراز کے باشندوں کو کیسے پتا چلے گا کہ سعودیہ میں یوم عرفہ کب ہے تاکہ وہ اس دن روزے کا اہتمام کریں۔ لہٰذا اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے نویں ذوالحجہ کا تعین کر کے عرفہ کا روزہ رکھ لیا جائے۔

③ روئے زمین پر ایسے خطے موجود ہیں کہ سعودیہ کے لحاظ سے یوم عرفہ کے وقت وہاں رات ہوتی ہے، ان کے لیے روزہ رکھنے کا کیا اُصول ہو گا؟ اگر اُنہیں عرفہ کے وقت روزہ رکھنے کا پابند کیا جائے تو وہ رات کا روزہ رکھیں گے حالانکہ رات کا روزہ شرعاً ممنوع ہے اور اگر وہ اپنے حساب سے روزہ رکھیں گے تو عرفہ کا وقت ختم ہو چکا ہو گا، اس لیے آسانی اسی میں ہے کہ اپنے حالات و ظروف کے اعتبار سے روزہ رکھا جائے۔

④ ہمارے ہاں پاکستان میں یوم عرفہ کو سات یا آٹھ ذوالحجہ ہوتی ہے۔ کچھ مغربی ممالک ایسے بھی ہیں کہ وہاں یوم عرفہ کو ذوالحجہ کی دس تاریخ ہوتی ہے۔ اگر سعودیہ کے اعتبار

1 صحیح مسلم:۱۱۶۲؛ سنن ابی داؤد:۲۴۲۰؛ جامع ترمذی:۷۴۹؛ سنن ابن ماجہ:۱۷۱۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اُنہیں عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے کا مکلف قرار دیا جائے تو وہ اپنے لحاظ سے دس ذوالحجہ کو روزہ رکھیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنے حساب سے نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھیں۔

⑤ ہمارے اور سعودیہ کے طلوع و غروب میں دو گھنٹے کا فرق ہے۔ اگر عرفہ کے روزہ کو سعودیہ میں یوم عرفہ سے وابستہ کر دیا جائے تو جب ہم روزہ رکھیں گے تو اس وقت سعودیہ میں یوم عرفہ کا آغاز نہیں ہوا ہوگا۔ اسی طرح جب ہم روزہ افطار کریں گے تو سعودیہ کے لحاظ سے یوم عرفہ ابھی باقی ہوگا، یہ الجھنیں صرف اس صورت میں دور ہو سکتی ہیں کہ ہم اپنے روزے کو سعودیہ سے وابستہ نہ کریں بلکہ اپنے حساب سے نویں ذوالحجہ کا تعین کریں۔ ان وجوہات کا تقاضا ہے کہ عرفہ کا روزہ ہم اپنے لحاظ سے نویں ذوالحجہ کو ہی رکھیں، خواہ اس وقت یوم عرفہ ہو یا نہ ہو۔"[1]

حافظ عبد المنان نور پوری ﷾ کا فتویٰ

سوال: نو ذوالحجہ کے روزے کے فضائل تو حدیث میں ثابت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ یومِ عرفہ نو ذوالحجہ کے روزہ کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایک گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہ معاف فرمائیں گے اور یوم عاشورا کے روزہ کے بدلہ میں گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف فرمائیں گے۔[2]

ایک عالم دین جو بخاری پڑھاتے ہیں، ان کا موقف ہے کہ عرب کا نو ذوالحجہ کا روزہ ہمارے ہاں آٹھ ذوالحجہ کا روزہ بنتا ہے، لہٰذا ہمیں نو کے بجائے آٹھ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا چاہیے۔ نیز عرفہ کا روزہ، میدانِ عرفات میں حاجی صاحبان رکھیں یا نہ رکھیں؟

جواب: پاکستان اور سعودی عرب کے مابین قمری تاریخ کا فرق ہے۔ کبھی ایک یوم اور کبھی دو یوم، معلوم ہے بڑی عید اور چھوٹی عید پاکستان کی تاریخ کے مطابق منائی جاتی ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک کا آغاز بھی ملکی تاریخ کے موافق ہوتا ہے۔ ان تینوں اُمور میں اپنے ملک کی قمری تاریخ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے جو دلائل ہیں وہ ۹ ذوالحجہ پر بھی صادق آتے ہیں، لہٰذا ۹ ذوالحجہ میں بھی اپنے ملک ہی کی قمری تاریخ معتبر ہوگی۔

---

1 فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۱/۲۲۱، ۲۲۰
2 مختصر صحیح مسلم: ۶۲۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت کریب جو ابن عباسؓ کے غلام ہیں، سے مروی ہے کہ

''عباسؓ کی زوجہ امّ فضلؓ نے انہیں (کریبؓ کو) معاویہؓ کے پاس شام بھیجا۔ کریبؓ کہتے ہیں کہ میں نے شام آکر ان کا کام کیا۔ میں ابھی شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آگیا۔ میں نے بھی جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر میں رمضان کے آخر میں مدینہ واپس آگیا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے چاند کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے (وہاں) چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: ہم نے تو جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے پھر پوچھا: کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: ہاں، بہت سے آدمیوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے معاویہؓ کے ساتھ (دوسرے دن بھی یعنی ہفتہ کا) روزہ رکھا تھا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: ہم نے تو چاند ہفتہ کے دن (یعنی ایک دن کے فرق سے) دیکھا ہے۔ ہم اسی حساب سے روزے رکھتے رہیں گے، یہاں تک کہ تیس دن پورے کرلیں۔ کریبؓ نے کہا: کیا آپ معاویہؓ کی رؤیت اور اُن کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے۔ فرمایا: نہیں! ہمیں رسول اکرم ﷺ نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔''[1]

اس حدیث سے پتا چلا کہ ہر علاقے کا علاقائی طور پر چاند کا نظر آنا اور دیکھنا معتبر ہوگا۔ اور روزہ، عیدین، یوم عاشوراء، یوم عرفہ اور دوسرے تمام شرعی احکامات میں ہر علاقہ کی اپنی رؤیت ہی معتبر ہوگی۔[2]

سال بھر کا افضل دن

ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن اس بنا پر بھی اہم ہیں کہ ان میں دسویں ذوالحجہ کا دن سال بھر کے ایام سے افضل و ارفع ہے۔ عبداللہ بن قرطؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إن أعظم الأيام عند الله يوم النحر ثم يوم القر وهو الذي يليه»[3]

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر دس ذوالحجہ سے اگلا دن (گیارہ ذوالحجہ) ہے۔''

---

۱ مختصر صحیح مسلم: ۵۷۸

۲ احکام و مسائل از حافظ عبدالمنان نورپوری: ۲/ ۴۱۹، ۴۱۸

۳ سنن ابی داؤد: ۱۷۶۵؛ مسند احمد: ۴/ ۳۵۰؛ صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۱۷؛ مستدرک حاکم: ۴/ ۲۲۱، اسنادہ صحیح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث دلیل ہے کہ یوم نحر سال کے تمام ایام سے افضل دن ہے اور امام ابن تیمیہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

سوال: یوم عرفہ، جمعہ، عید الفطر اور یوم نحر میں سے کون سا دن افضل ہے؟

جواب: علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں سے جمعہ کا دن افضل ہے اور سال کے تمام دنوں سے یوم نحر (دس ذوالحجہ) افضل ہے۔ البتہ کچھ علماء نے یوم عرفہ کو بھی افضل قرار دیا ہے لیکن پہلا موقف راجح ہے کیونکہ اس کی فضیلت میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ ''اللہ کے نزدیک تمام ایام سے افضل دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر گیارہ ذوالحجہ ہے۔''

نیز یہ دن اس لیے بھی فضیلت کا حامل ہے کہ اس میں مزدلفہ کا وقوف، جمرہ عقبہ کو رمی کرنا، قربانی، حلق اور طوافِ افاضہ جیسی عظیم عبادات کا اہتمام ہوتا ہے اور باتفاق علماء یہ سال بھر کی افضل عبادات ہیں جو اس مبارک دن میں انجام پذیر ہوتی ہیں۔[1]

یوم عرفہ کا روزہ، میدانِ عرفات میں

یوم عرفہ کا روزہ میدانِ عرفات میں مکروہ ہے کیونکہ اس دن مشقت طلب مناسک ادا کرنا ہوتے ہیں جن کی حالتِ روزہ میں انجام دہی کافی مشکل ہے۔ لہٰذا حجاج کرام کے لیے یوم عرفہ کا روزہ ترک کرنا بہتر ہے۔ نیز عرفات میں نبی کریم ﷺ کا یوم عرفہ کا روزہ چھوڑنا بھی اس عمل کے مکروہ ہونے کی دلیل ہے۔

① اُم الفضل بنتِ حارث بیان کرتی ہیں:

> شك الناس يوم عرفة في صوم النبي ﷺ فبعثتُ إلىٰ النبى بشراب فشربه[2]
>
> ''عرفہ کے دن لوگوں نے نبی ﷺ کے روزے میں شک کیا (کہ نہ معلوم آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا ہے یا نہیں؟) تو میں نے نبی ﷺ کی طرف (حقیقتِ حال سے واقفیت کے لیے) مشروب (دودھ) بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔''

② نیز جس روایت میں عرفات میں یوم عرفہ کی ممانعت ہے، وہ کمزور اور ناقابل احتجاج

---

۱ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸۸/۲۵

۲ صحیح بخاری: ۱۶۵۸؛ صحیح مسلم: ۱۱۲۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وہ ضعیف روایت یوں ہے کہ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

أن رسول الله ﷺ نهىٰ عن صوم يوم عرفة بعرفة[1]

''بیشک رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن کے روزہ سے منع فرمایا۔''

اس میں مہدی بن حرب العبدی مجہول راوی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے السلسلة الضعيفة نمبر ۴۰۴ کا مطالعہ کریں۔

عشرہ ذوالحجہ میں ممنوع کام

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے، وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد نہ سر کے بال کٹوائے منڈوائے، نہ مونچھیں کتروائے، نہ زیر ناف بال مونڈے، نہ زیر بغل بال اُکھاڑے اور نہ ناخن ترشوائے، تاوقتیکہ وہ قربانی نہ کرلے۔ یہ تمام کام ایسے شخص کیلئے ناجائز وممنوع ہیں:

① اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إذا دخلت العشر وأراد أحدكم أن يضحى فلا يمس من شعره وبشره شيئًا»[2] ''جب دس ذوالحجہ (یعنی ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو) کا آغاز ہو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو وہ اپنے بال اور جلد کے کسی حصہ کو نہ لے (یعنی بدن کے کسی حصہ سے بال نہ اُتروائے)۔''

گویا قربانی کا ارادہ رکھنے والا شخص ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں جسم کے کسی بھی حصہ کے بال نہ کاٹے، نہ مونڈے، نہ اُکھاڑے، نہ ہی ناخن ترشوائے، ان ایام میں یہ کام حرام ہیں۔

② امام نووی بیان کرتے ہیں:

''بعض شافعیہ کہتے ہیں: ناخن نہ لینے کی ممانعت سے مراد ناخن تراشنا، توڑنا یا کسی بھی طریقے سے ناخن زائل کرنا ہے اور بال کاٹنے کی ممانعت سے بال مونڈنا، ہلکے کرنا، اُکھاڑنا، جلانا یا بال صفا پاؤڈر کے ذریعے زائل کرنا ہے۔ یہ تمام صورتیں ناجائز ہیں اور اس حکم میں زیر بغل، زیر ناف، سر کے بال اور مونچھیں یکساں حکم رکھتی ہیں۔''[3]

۱ سنن ابوداؤد: ۲۴۴۰؛ سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۲؛ الضعیفة: ۴۰۴

۲ صحیح مسلم: ۱۹۷۷؛ سنن نسائی: ۴۳۶۹؛ سنن ابن ماجہ: ۳۱۴۹

۳ شرح النووی: ۱۳/۱۳۸، ۱۳۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بال اور ناخن کاٹنے کے بارے میں مذاہب وآرا

قربانی کا ارادہ رکھنے والے شخص کے لیے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہے، مکروہ تنزیہی ہے یا جائز؟ اس بارے میں ائمہ اربعہ کی مختلف آرا ہیں۔ جنہیں ذکر کرنے کے بعد راجح موقف کی نشاندہی کی جائے گی۔

① سعید بن مسیب، ربیعہ، احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، داؤد ظاہری اور بعض شافعیہ کا موقف ہے کہ جس نے قربانی کرنی ہے، اس کے لیے جسم کے کسی حصہ کے بال اُتارنا اور ناخن تراشنا حرام ہے، تاوقتیکہ وہ قربانی نہ کرلے۔

② امام شافعی اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے، حرام نہیں۔

③ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں:

"یہ عمل مکروہ نہیں (بلکہ جائز ہے) کیونکہ قربانی کرنے والے پر نہ تو بیوی سے مباشرت حرام ہے اور نہ لباس پہننا۔ لہٰذا جیسے قربانی نہ کرنے والے کے لیے بال اُتروانا اور ناخن تراشنا مکروہ نہیں، اسی طرح قربانی کرنے والے کے لیے بھی یہ چیزیں مکروہ نہیں۔"[1]

④ امام مالک سے تین اقوال منقول ہیں:

"۱. مکروہ نہیں۔ ۲. مکروہ ہے۔

۳. نفل قربانی میں حرام اور فرض قربانی میں غیر مکروہ ہے۔"[2]

راجح موقف: اوّل الذکر علماء کا موقف کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہے، راجح ہے کیونکہ نہی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں جو نہی کو کراہت پر محمول کرے۔ جیسا کہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

"یہاں نہی حرمت کو متقاضی ہے۔"[3]

اور امام شوکانی رقم طراز ہیں کہ

"(مذکورہ حدیث کا) ظاہر مفہوم حرمت کے قائلین کے موقف کی تائید کرتا ہے

---

۱ نیل الاوطار: ۵/۱۱۹ لیکن حدیث الباب اس موقف کی تردید کرتی ہے۔
۲ شرح النووی: ۱۳/۱۳۷، المغنی ابن قدامہ الشرح الکبیر: ۱۱/۹۶
۳ المغنی لابن قدامہ مع شرح الکبیر: ۱۱/۹۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس کا قربانی کا ارادہ ہو، اس کے لیے (ان دنوں میں) بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہے۔"[1]

بال اور ناخن زائل نہ کرنے کی حکمت امام نووی کی زبانی یوں ہے:

"عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن نہ کاٹنے کی حکمت یہ ہے کہ قربانی کرنے والا کامل الاعضا رہے اور اسے جہنم سے کامل الاعضا ہی آزاد کیا جائے۔"[2]

بال اور ناخن قطع کرنے والے پر کوئی فدیہ ہو گا؟

قربانی کا ارادہ کرنے والا شخص اگر عشرہ ذوالحجہ میں بال یا ناخن قطع کروائے تو وہ گناہ کا مرتکب ہو گا، اس لیے اس حرام عمل سے اجتناب ضروری ہے اور بد عملی کی صورت میں استغفار کرنا چاہیے، البتہ اس پر کوئی فدیہ یا جرمانہ لاگو نہیں ہو گا۔ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

إذا ثبت هٰذا فإنه يترك قطع الشعر وتقليم الأظفار، فإن فعل استغفر الله تعالىٰ، ولا فدية فيه إجماعًا سوآء فعله عمدًا أو ناسيًا[3]

"جب (عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن زائل کرنے کی حرمت) ثابت ہو چکی تو قربانی کرنے والے کو بال قطع کرنے اور ناخن تراشنے سے باز رہنا چاہیے پھر اگر وہ اس کا گناہ کا مرتکب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے۔ نیز اس گناہ کے ارتکاب پر بالاجماع کوئی فدیہ نہیں۔ خواہ اس نے یہ کام قصداً کیا ہو یا بھول کر۔"

کیا اس حکم میں گھر کے تمام افراد شامل ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ عشرہ ذوالحجہ میں بال کاٹنے اور ناخن تراشنے سے صرف وہ شخص اجتناب کرے گا جو قربانی کا منتظم اور سرپرست ہے۔ باقی اہل خانہ جن کی طرف سے قربانی کی جاری ہے یا گھر کے دیگر افراد جو قربانی میں شامل ہیں، وہ اس ممانعت میں شامل نہیں کیونکہ احادیث میں قربانی کا ارادہ رکھنے اور قربانی کرنے والے شخص کے لیے ہی بال اور ناخن زائل کرنے کی ممانعت ہے، باقی افراد اس حکم میں شامل نہیں۔ جیسا 'سعودی افتاء کونسل' کا فتویٰ ہے کہ

---

1 نیل الاوطار: ۵/۱۱۹

2 شرح النووی: ۱۳/۱۳۸، نیل الاوطار: ۵/۱۱۹

3 المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۱۱/۹۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ حدیث "جس میں بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت ہے، صرف اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ لوگ جن کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، اُنہیں بال کاٹنے، مونڈنے اور ناخن تراشنے کی ممانعت نہیں، کیونکہ اصل جواز ہے اور ہمیں اس جواز کے خلاف کوئی دلیل معلوم نہیں۔"[1]

عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کا آغاز و اختتام

عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کا آغاز و اختتام کب کیا جائے، اس بارے علماء کے مختلف اقوال ومذاہب ہیں:

1. احمد بن حنبل، ابویوسف اور امام محمد کا موقف ہے کہ تکبیرات کا محل عرفہ (نو ذوالحجہ) کی فجر سے لے کر ایام تشریق (تیرہ ذوالحجہ) کے آخر تک ہر نماز کے بعد ہے۔
2. عثمان بن عفانؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، زید بن علیؒ، امام مالک کا قول اور امام شافعی کا ایک قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی ظہر سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی فجر تک ہے۔
3. امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی نمازِ مغرب سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی فجر تک ہے۔
4. امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: تکبیرات کا وقت عرفہ، نوذوالحجہ کی فجر سے لے کر دس ذوالحجہ کی عصر تک ہے۔[2]
5. داؤد ظاہری، زہری اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی ظہر تا تیرہ ذوالحجہ کے عصر تک ہے۔

راجح قول: حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دنوں میں تکبیرات کی تعیین کے بارے میں نبی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں اور صحابہ کرام میں سیدنا علیؓ اور ابن مسعودؓ سے صحیح منقول اقوال کی رو سے راجح ترین موقف یہ ہے کہ تکبیرات کا وقت عرفہ (نو ذوالحجہ) کی صبح سے لے کر منیٰ کے آخر دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک ہے۔[3]

---

1 فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء: ۱۳/ ۵۰۰
2 نیل الاوطار: ۳/ ۳۳۳
3 فتح الباری: ۲/ ۵۹۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موقف کے قرین صواب ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① عمر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالبؓ: كان يكبر من صلاة الفجر يوم عرفة إلىٰ صلاة العصر من آخر أيام التشريق [1]

"عرفہ کے دن نمازِ فجر سے لے کر تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک تکبیرات کہتے تھے۔"

② حکم بن فروخ بیان کرتے ہیں:

ان ابن عباس كان يكبر من غداة عرفة إلىٰ صلاة العصر من آخر أيام التشريق [2]

" بلاشبہ ابن عباسؓ عرفہ (نو ذوالحجہ) کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی نماز عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔"

③ امام اوزاعی کا فتویٰ: ولید بن مزید بیان کرتے ہیں کہ امام اوزاعی سے عرفہ کے دن تکبیرات کہنے کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا:

يكبر من غداة عرفة إلىٰ آخر أيام التشريق كما كبّر علي وعبد الله

"یوم عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن (کی نمازِ عصر) تک تکبیرات کہی جائیں، جیسے (ان دنوں میں) علیؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ نے تکبیرات کہی ہیں۔" [3]

ضعیف روایات کی نشاندہی: یوم عرفہ کی صبح سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی عصر تک تکبیرات کے بارے جتنی مرفوع روایات منقول ہیں، وہ ضعیف اور نا قابل اعتبار ہیں۔

① جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ إذا صلّى الصبح من غداة عرفة يقبل علىٰ أصحابه فيقول: «علىٰ مكانكم» و يقول: «الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر ولله الحمد» فيكبر من غداة عرفة إلىٰ صلاة العصر من آخر أيام التشريق

١ مصنف ابن ابی شیبہ، اسنادہ صحیح

٢ مستدرک حاکم: ۱/۲۹۹، بیہقی: ۳/۳۱۴، اِسنادہ صحیح

٣ مستدرک حاکم: ۱/۳۰۰، اسنادہ حسن۔ عباس بن ولید بن مزید صادق راوی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رسول اللہ ﷺ جب یومِ عرفہ کی صبح نمازِ فجر ادا کرتے تو صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے، اپنی جگہوں پر ٹکے رہو اور (یہ کلمات) الله أکبر، الله أکبر، الله أکبر، لا إله إلا الله والله أکبر ولله الحمد کہتے۔ پھر آپ ﷺ عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیرات کہتے رہتے تھے۔"[1]

② جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يكبر في صلاة الفجر يوم عرفة إلى صلاة العصر من آخر أيام التشريق حين يسلم من المكتوبات[2]

"رسول اللہ ﷺ عرفہ کے دن نمازِ فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نمازِ عصر تک فرض نمازوں سے سلام کے بعد تکبیرات کہا کرتے تھے۔"

اس میں عمرو بن شمر متروک ہے اور جابر جعفی ضعیف وکذاب راوی ہے۔

اس بارے کئی اور ضعیف روایات بھی موجود ہیں لیکن بخوفِ طوالت انہیں بیان کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

کیا یکم ذوالحجہ سمیت ذوالحجہ کے ابتدائی آٹھ دنوں میں تکبیرات کہنا مشروع ہے؟

عید الاضحیٰ کا چاند نظر آنے پر تکبیرات شروع کرنے کے بارے کوئی واضح صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس بارے میں منقول مرفوع و موقوف روایات ضعیف اور ناقابل حجت ہیں لہٰذا صحیح موقف کی رو سے عید الاضحیٰ میں تکبیرات کا آغاز نو ذوالحجہ کی فجر کے وقت کرنا چاہیے اور اختتام تیرہ ذوالحجہ کی عصر کے بعد کرنا چاہیے جیسا کہ گزشتہ بحث میں مفصل وضاحت بیان ہوئی ہے۔

ضعیف روایات کا بیان

① عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ما من أيام أعظم عند الله ولا أحب إليه من العمل فيهن من هذه

---

1 دار قطنی: ۱۷۱۹، ارواء الغلیل: ۳؍۱۲۴، ضعیف جداً اس حدیث کی سند میں عمرو بن شمر متروک راوی اور جابر جعفی ضعیف راوی ہے۔

2 دار قطنی: ۲؍۱۷۱۸؍۴۹، ضعیف جداً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأيام العشر، فاكثروا فيهن من التهليل، والتكبير والتحميد»[1]

”ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم دن نہیں ہیں اور ان دنوں کے اعمال سے بڑھ کر عام دنوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب نہیں۔ سو تم ان دنوں میں تہلیل و تکبیر اور تحمید کا کثرت سے اہتمام کرو۔“

② ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما من أيام أفضل عند الله ولا العمل فيهن أحب إلىٰ الله عزوجل من هذه الأيام العشر، فأكثروا فيهن من التهليل والتكبير و ذكر الله، فإنها أيام التهليل و ذكر الله»[2]

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن باقی دنوں سے افضل ہیں اور ان کے اعمال (باقی دنوں کے اعمال سے) زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں تہلیل و تکبیر اور ذکر کا بکثرت اہتمام کرو، کیونکہ یہ تہلیل و تکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔“

③ كان ابن عمر وأبو هريرة يخرجان إلىٰ السوق في أيام العشر يكبران ويكبر الناس بتكبيرهما[3]

”ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بازار میں نکل کر تکبیرات کہتے اور لوگ بھی ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیرات کہتے تھے۔“

④ ابن عباسؓ نے وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ کی تفسیر بیان کی ہے کہ 'ایام معلومات' سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔

صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق ابن عباسؓ کے اس تفسیری قول سے یہ استدلال لینا کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں تکبیرات مشروع ہیں، درست

---

1 مسند احمد: ۲/۷۵، ۱۳۱/۲۔ اِسنادہ ضعیف، اس میں یزید بن ابی زیاد کوفی ضعیف مدلس راوی ہے اور اس حدیث میں اس کا عنعنہ بھی ہے۔

2 شعب الایمان للبیہقی: ۳/۳۵۶، ضعیف ترغیب و ترہیب: ۷۳۰۵، اِسنادہ ضعیف جداً عبید اللہ بن محمد بن وہب دینوری متہم بالکذب اور یحییٰ بن عیسیٰ رملی ضعیف راوی ہے۔

3 صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام العشر، اسنادہ ضعیف۔ یہ اثر معلق اور بے سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ اثر مجھے متصل سند کے ساتھ نہیں ملا اور امام بیہقی اور امام بغوی نے بھی اس اثر کو معلق روایت کیا ہے۔ (فتح الباری: ۳/۵۹۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیونکہ ابن عباسؓ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ 'ایام معلومات' یوم نحر اور اس کے بعد کے تین دن ہیں اور امام طحاوی نے اس مؤخر الذکر قول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ ﴾[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام معلومات سے مراد قربانی کے دن ہیں۔ (ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن نہیں)"[2]... نیز عبداللہ بن عباسؓ کا ذاتی فعل بھی ان کے اوّل الذکر قول کے مخالف ہے جیسا کہ عکرمہ بیان کرتے ہیں:

ان ابن عباس كان يكبر من غداة عرفة إلىٰ صلاة العصر من آخر أيام التشريق[3]

"بلاشبہ ابن عباسؓ عرفہ کی فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔"

تکبیرات کے اوقات

تکبیرات کہنے کے مخصوص اوقات نہیں ہیں بلکہ ان دنوں تمام اوقات میں تکبیرات کا اہتمام مستحب عمل ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

① كان عمر رضى الله عنه يكبر في قبته بمنى فيسمعه أهل المسجد فيكبرون و يكبر أهل الأسواق حتى ترتج منىٰ تكبيرا

"عمرؓ منیٰ میں اپنے خیمے میں تکبیرات کہتے اور ان کی تکبیرات سن کر اہل مسجد اور بازار میں موجود لوگ تکبیرات کہتے حتیٰ کہ منیٰ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا۔"

② وكان ابن عمر يكبر بمنىٰ تلك الأيام وخلف الصلوات وعلىٰ فراشه وفي فسطاطه و مجلسه و ممشاه و تلك الأيام جميعًا

"ابن عمرؓ منیٰ میں، منیٰ کے دنوں میں، نمازوں کے بعد، اپنے بستر پر، اپنے خیمے میں، اپنی مجلس میں اور چلتے پھرتے ان تمام دنوں میں تکبیرات کہا کرتے تھے۔"

③ وكان النساء يكبرن خلف أبان بن عثمان و عمر بن عبد العزيز ليالي

---

1 سورۃ الحج: ۲۸ "اور وہ چند معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کریں جو اللہ نے انہیں پالتو جانور عطا کیے ہیں۔"
2 فتح الباری: ۲/ ۵۹۰
3 مستدرک حاکم: ۱/ ۲۹۹، بیہقی: ۳/ ۳۱۴، اسنادہ صحیح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التشريق مع الرجال في المسجد[1]

"اور عورتیں تشریق کی راتوں میں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیرات کہتی تھیں۔"

فوائد

① حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں:

"امام بخاری نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ تکبیرات کے دنوں میں تمام اوقات میں سبھی افراد (مرد و زن اور مقیم و مسافر) کے لیے تکبیرات کہنا مشروع ہیں اور مذکورہ بالا آثار اس موقف کی تائید کرتے ہیں۔"[2]

② امام شوکانی کہتے ہیں:

"راجح مسئلہ یہ ہے کہ محض نمازوں کے بعد مخصوص اوقات میں تکبیرات کہنا مستحب نہیں بلکہ تکبیرات کے تمام دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے اور اوپر بیان کردہ آثار اس کی دلیل ہیں۔"[3]

③ ایام تشریق میں تکبیرات کے مخصوص اوقات نہیں ہیں بلکہ ان دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔[4] نیز جس روایت میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہنے کی تخصیص ہے، وہ روایت ضعیف ہے جو جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يكبر في صلاة الفجر يوم عرفة إلىٰ صلاة العصر من آخر أيام التشريق حين يسلم من المكتوبات[5]

"رسول اللہ ﷺ عرفہ کے دن نمازِ فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نمازِ عصر تک (اس وقت) فرض نمازوں سے سلام پھیرتے وقت تکبیرات کہا کرتے تھے۔"

---

1 صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب التكبير أيام منىٰ و إذا غدا إلى العرفة

2 فتح الباری: ۲/ ۵۹۵

3 نیل الاوطار: ۳/ ۳۳۴

4 فقہ السنۃ: ۱/ ۳۰۷

5 دار قطنی: ۲/ ۴۹: ۱۷۲۷، نصب الرایہ: ۳/ ۲۰۶، اسنادہ ضعیف جداً، عمرو بن شمر متروک اور جابر بن یزید بن حارث جعفی ضعیف اور کذاب راوی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی!

جس طرح عیدین میں مردوں کو تکبیرات کہنے کا حکم ہے، عورتیں بھی اس حکم میں شامل ہیں اور عورتوں کے لیے بھی تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔ اس کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

① صحیح بخاری میں ترجمۃ الباب میں مذکور ہے:

وكان النساء يكبرن خلف أبان بن عثمان و عمر بن عبد العزيز ليالي التشريق مع الرجال في المسجد[1]

"اور عورتیں تشریق کی راتوں میں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیرات کہتی تھیں۔"

تاہم عورتوں کے تکبیرات کہنے کی مشروعیت کے بارے علماء کی مختلف آرا ہیں:

① مالک اور شافعی کا مذہب ہے کہ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد عورتوں پر تکبیرات کہنا لازم ہے۔

② ابو حنیفہ کہتے ہیں: ایام تشریق میں عورتیں تکبیرات نہیں کہیں گی۔

③ ابو یوسف اور محمد کا موقف ہے کہ عورتوں کے لیے تکبیرات ایسے ہی مشروع ہیں جیسے مردوں کے لئے تکبیرات مشروع ہیں۔[2]

④ سفیان ثوری کی رائے ہے کہ عورتیں نماز باجماعت ادا کرنے کی صورت میں تکبیرات کہیں گی، امام احمد نے بھی اسی قول کو احسن کہا ہے۔

⑤ البتہ امام احمد سے ایک دوسرا قول منقول ہے کہ عورتیں تکبیرات نہ کہیں، کیونکہ تکبیر ایسا ذکر ہے جس میں آواز بلند کرنا مشروع ہے اور اذان کی طرح تکبیرات میں آواز بلند کرنا عورت کے لیے جائز نہیں۔[3]

اس مسئلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ بلا تعیین و تخصیص عورتیں بھی تکبیرات کے دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہہ سکتی ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں:

---

1 صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب التكبير أيام منىٰ و إذا غدا إلى العرفة

2 شرح ابن بطال: ۴/ ۱۹۲

3 المغنی مع الشرح الکبیر: ۲/ ۲۴۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تکبیرات کے اوقات (اور تکبیرات کون کہے) اس بارے میں کافی اختلاف ہے:

① بعض علماء نے تکبیرات کا وقت نماز کے بعد مخصوص کیا۔
② کچھ علماء نے نوافل کے بجائے فرض نمازوں کے بعد کا وقت تکبیرات کے لیے خاص کیا۔
③ بعض علماء نے تکبیرات کو عورتوں کے بجائے مردوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔
④ کچھ نے منفرد کے بجائے نماز باجماعت کی تخصیص کی ہے۔
⑤ بعض نے قضا نماز کو چھوڑ کر ادا نماز کی شرط عائد کی ہے۔

کچھ علماء نے مسافر کے سوا مقیم کی قید لگائی ہے لیکن امام بخاری نے اس مسئلہ کو اختیار کیا ہے کہ تکبیرات کہنا (تمام اوقات اور) تمام افراد (مرد، عورت، مقیم ومسافر سبھی کے لیے) مشروع وجائز ہے اور ترجمۃ الباب میں منقول آثار اس موقف کی تائید کرتے ہیں۔[1]

حائضہ عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی!

عیدین میں حائضہ عورتوں کو بھی تلقین ہے کہ وہ تکبیرات کا اہتمام کریں۔ سیدہ عطیہ بیان کرتی ہیں:

كنا نؤمر أن نخرج يوم العيد حتى نُخرج البكر من خدرها حتى نخرج الحيض فيكن خلف الناس فيكبرن بتكبيرهم ويدعون بدعائهم يرجون بركة ذلك اليوم وطهرته[2]

''ہمیں عید کے دن (عید گاہ میں) پہنچنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ (ہمیں حکم ہوتا کہ) ہم دوشیزہ کو اس کی خلوت گاہ سے اور حائضہ عورتوں کو بھی نکالیں اور وہ (حائضہ عورتیں) لوگوں کے پیچھے رہیں اوران کی تکبیرات کے ساتھ تکبیرات کہیں۔ ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کریں اور وہ اس دن کی برکت اور گناہوں سے پاکی کی امید رکھیں۔''

البتہ واضح رہے کہ عورتوں کی آواز مردوں تک نہ پہنچے جیسا کہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

وينبغي لهن أن يخفضن أصواتهن حتى لا يسمعهن الرجال[3]

---

۱ فتح الباری: ۲/۵۹۵
۲ صحیح بخاری: ۹۷۱
۳ المغنی لابن قدامہ مع الشرح الکبیر: ۲/۲۴۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"عورتوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ پست آواز میں تکبیرات کہیں حتیٰ کہ مرد ان کی آواز نہ سن سکیں۔"

اور ابن رجب حنبلی رقم طراز ہیں:

"جب عورتیں باجماعت نماز ادا کریں تو وہ بھی مردوں کے ساتھ تکبیرات کہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں: ولكن المرأة تخفض صوتها بالتكبير[1]
"تاہم تکبیرات کہتے وقت عورت اپنی آواز پست رکھے۔"

تکبیرات کے الفاظ

تکبیرات کے متعلق متعین الفاظ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں بلکہ اس بارے میں آپ ﷺ کی طرف منسوب روایت انتہائی ضعیف ہے جسے جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا گیا ہے:

كان رسول الله ﷺ إذا صلّى الصبح من غداة عرفة يقبل على أصحابه فيقول: «على مكانكم» ويقول: «الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، والله أكبر، ولله الحمد»[2]

"رسول اللہ ﷺ عرفہ کی صبح جب نماز فجر ادا کرتے تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہتے: اپنی جگہوں پر برقرار رہیے اور آپ ﷺ یہ کلمات: الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر ولله الحمد کہتے تھے۔"

اس میں عمرو بن شمر متروک اور جابر بن یزید بن حارث جعفی ضعیف اور کذاب ہے۔

البتہ بعض صحابہ کرامؓ سے بسند صحیح تکبیرات کے الفاظ منقول ہیں:

① عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ (بایں الفاظ) الله أكبر كبيرا، الله أكبر كبيرا، الله أكبر وأجل، الله أكبر ولله الحمد تکبیرات کہا کرتے تھے۔[3]

② ابو عثمان نہدی روایت کرتے ہیں:

كان سلمان يعلّمنا التكبير يقول: كبروا الله، الله أكبر، الله أكبر،

---

1 فتح الباری لابن رجب: ۷/ ۵۸
2 سنن دار قطنی: ۲/ ۵۰ ... ارواء الغلیل: ۳/ ۱۲۵ ... اسنادہ ضعیف جداً
3 مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۴۵، اسنادہ صحیح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرارًا، اللهم أنت أعلىٰ وأجل من أن تكون لك صاحبة، أو يكون لك ولد، أو يكون لك شريك في الملك أو يكون لك ولي من الذل وكبره تكبيرًا، الله أكبر تكبيرًا، اللهم اغفرلنا اللهم ارحمنا

''سلمان فارسیؓ ہمیں تکبیرات کے الفاظ کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ کہتے تم اللہ کی کبریائی بیان کرو۔ (یعنی) باربار الله أكبر کہو (پھر یہ کلمات کہو): اللهم أنت أعلىٰ وأجل من أن تكون لك صاحبة أو يكون لك ولي من الذل وكبره تكبيرا ، الله أكبر تكبيرا، اللهم اغفرلنا، اللهم ارحمنا

''اے اللہ! تو اس سے بالا وبرتر ہے کہ تیری بیوی ہو، یا تیری اولاد ہو، یا بادشاہت میں تیرا کوئی شریک ہو، یا کمزوری میں تیرا کوئی مددگار ہو، اور اس کی خوب بڑائی بیان کرو، اللہ واقعی سب سے بڑا ہے، اے اللہ! ہمیں معاف فرما، ہم پر رحم فرما۔''[1]

ضعیف آثار: اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے بعض ضعیف روایات بھی مروی ہیں جیسا کہ

① عبد اللہ بن مسعودؓ ایام تشریق میں ان الفاظ میں الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر ولله الحمد تکبیرات کہتے تھے۔[2]

② شریک بن عبد اللہ قاضی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سبیعی سے پوچھا کہ علیؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ تکبیرات کیسے کہتے تھے؟ اُنہوں نے بیان کیا کہ یہ دونوں حضرات (ان الفاظ میں) الله أكبر، الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر ولله الحمد تکبیرات کہا کرتے تھے۔[3]

الغرض چونکہ کتاب وسنت میں تکبیرات کے مخصوص الفاظ وارد نہیں ہیں، اس لیے صحیح آثار صحابہ سے ثابت تکبیرات کے الفاظ کا اہتمام کرنا ہی افضل ہے، تاہم ضعیف روایت اور آثار میں مذکور الفاظ کا اہتمام کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کا مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

1 مصنف عبد الرزاق: ۱۱/ ۲۹۰: ۲۰۵۸۱، بیہقی: ۳/ ۳۱۶، اسنادہ صحیح، حافظ ابن حجر نے اس اثر کو باعتبارِ سند صحیح ترین قرار دیا ہے۔ فتح الباری: ۲/ ۵۹۵

2 مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۳۲، اسنادہ ضعیف... ابو اسحاق سبیعی کی تدلیس ہے۔

3 مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۵۲، اسنادہ ضعیف... شریک بن عبد اللہ قاضی سییٔ الحفظ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ